

میں ملحوظ رکھا ہے۔

❖ اس نظم کی زبان آسان اور مؤثر ہے۔

❖ نظم میں ربط و سلسلہ کے ساتھ خیال کا آگے بڑھنا ضروری ہے۔ اس نظم میں ربط و سلسلہ کے ساتھ خیال آگے کی طرف روان ہے۔ اس نظم کی روشنی میں بہار فارسی کے کامیاب ترین نظم نگار شاعر ہیں۔

مختصر سوالات

- ۱۔ بہار مشہدی کس صدی کا شاعر ہے؟
- ۲۔ بہار کا پورا نام کیا ہے؟
- ۳۔ بہار کس بادشاہ کے زمانے کے شاعر تھے؟
- ۴۔ بہار کے والد کا نام کیا ہے؟
- ۵۔ بہار کہاں پیدا ہوئے؟
- ۶۔ بہار کو ملک اشعرا کیوں کہتے ہیں؟
- ۷۔ ملک اشعرا کا خطاب کس نے دیا تھا؟
- ۸۔ بہار مشہدی کی تاریخ وفات کیا ہے؟

طویل سوالات

- ۱۔ بہار مشہدی کے حالات زندگی کو چند جملوں میں لکھیے۔
- ۲۔ نظم ”حسن نیت“ کا خلاصہ اپنی زبان میں تحریر کیجیے۔
- ۳۔ درج ذیل الفاظ کے معنی لکھیے۔
صد در صد جزبد جلوہ ایزد نابخرد دیو

۴- درج ذیل شعر کی تشریح کیجیے:

چو نیکو بنگری در ملک ہستی
بغیر از جلوہ ایزد نہ بینی

۵- درج ذیل شعر کا مطلب بیان کیجیے:

حقائق را ز چشم دیگران بین
کہ گر خود بین شوی جز خود نہ بینی

۶- درج ذیل الفاظ کے معنی لکھیے:

بد بین جلوہ ایزد دیو حقائق
۷- اس نظم میں کن کن مصادر کا استعمال کیا گیا ہے، بتائیے۔

عملی کام

۱- اس نظم میں استعمال فعل امر اور نہی کو جمع کیجیے اور ان کے مصادر لکھئے۔

۲- درج ذیل مرکبات کے معانی لکھئے۔

بد بین ملک ہستی جلوہ ایزد
خود بینان حُسن نیت پیش آمد



ڈاکٹر محمد اقبال

فارسی اور اردو شعراء میں علامہ اقبال کا نام محتاج تعارف نہیں۔ ان کی ولادت ۲۳

اپریل ۱۸۷۷ء کو سیالکوٹ میں ہوئی۔ ان کے والد کا نام نور محمد تھا۔ ان کا تعلق

کشمیری پنڈتوں کے خاندان سے تھا۔ دو سو سال قبل ان کا خاندان مشرف بہ اسلام

ہو گیا تھا۔ آپ کے والد ایک درویش صفت انسان تھے۔ آپ نے میٹرکولیشن تک

کی تعلیم سیالکوٹ کے ایک ہائی اسکول میں حاصل کی۔ جناب مولانا حسن آپ کے مخلص

و شفیع استاد تھے۔ میٹرکولیشن کے بعد آپ نے گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لیا۔ فلاسفی ان کا خاص مضمون

تھا۔ یہاں فلاسفی کے مشہور استاد پروفیسر آرٹلڈ سے اکتساب فیض کیا۔

علامہ اقبال نے زمانہ طالب علمی سے ہی اردو میں شعر

گوئی کا آغاز کر دیا تھا۔ کچھ سالوں کے بعد یہ اعلیٰ تعلیم کے حصول

کے لیے انگلینڈ تشریف لے گئے۔ یہاں انھوں نے قانون کی سند

حاصل کی اور جرمنی کے میونخ یونیورسٹی سے فلاسفی میں ڈاکٹریٹ کیا۔

یورپ میں رہ کر انھوں نے وہاں کی تہذیب و ثقافت اور سیاست و

تمدن کا گہرا مطالعہ کیا۔ اور وہاں کے بڑے بڑے فلسفیوں سے بھی استفادہ کیا۔ بعد میں ان کی اردو و فارسی

شاعری پر اس کے گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ ان کے اردو و فارسی کے آثار سے علمی دنیا اچھی طرح واقف

ہے، جن کا تذکرہ تحصیل حاصل ہے۔ ان کی پوری اردو و فارسی شاعری وطن دوستی، ملی بیداری، آزادی افکار

کے محور کے گرد گردش کرتی ہے۔ وہ ۱۹۳۸ء میں ۲۱ اپریل کو لاہور میں فوت ہوئے۔



ڈاکٹر محمد اقبال



لالہ وگل (برائے درجہ دہم)

اگر خواہی حیات اندر خطر زی

غزالی با غزالی درو دل گفت
ازین پس در حرم گیرم کنای
بصحرای صید بندگان در کمین اند
بکام آهوان صُحی نہ شامی
امان از فتنہ صیاد خواہم
دل از اندیشہ ہا آزاد خواہم
رفیقش گفت ای یار خردمند
اگر خواہی حیات اندر خطر زی
دمادم خویشتن را بر فسان زن
ز تیغ پاک گوہر تیز تر زی
خطر تاب و توان را امتحان است
عیار جسم و جان را امتحان است

(ڈاکٹر محمد اقبال)

مشکل الفاظ کے معانی

غزال	=	ہرن
حرم	=	خانہ کعبہ
کنام	=	چوپایوں کی آرام گاہ، آشیانہ
صيد بنان	=	شکاری
کمین	=	گھات
صیاد	=	شکاری، صید بند کی جمع
اندیشہ	=	وسوسہ، خیال
رفیق	=	دوست، ساتھی
یار خرد مند	=	عقل مند دوست
دمادم	=	ہمیشہ
فسان زن	=	کھرا د، کھرا د پر مارو
فسان	=	کسوٹی، کھرا د
زی	=	زندہ رہو۔ یہ زیستن مصدر سے فعل امر واحد حاضر ہے۔
عیار	=	کسوٹی

غور کرنے کی باتیں

❖ آپ نے ڈاکٹر محمد اقبال کی نظم ”اگر خواہی حیات اندر خطر زی“ پڑھی۔ اس حسین نظم میں اقبال نے زندگی گزارنے کا طریقہ بتایا ہے کہ دنیا شکاری کے پھندے کی طرح ہے، جو وہ شکار پکڑنے

کے لیے بچائے رہتا ہے کہ کب شکار پھنس جائے۔ اسی طرح دنیا بھی انسان کے لیے ایک پھندہ ہے اور اس میں انسان کو زندگی گزارنی ہے لیکن یہ خیال رہے کہ وہ اس جال میں پھنس نہ جائے۔ ❖

ڈاکٹر محمد اقبال نے ہرن کی باہمی گفتگو کے ذریعہ یہ بتایا ہے کہ ہرن اپنے دل کا احساس ظاہر کرتے ہوئے دوسرے ہرن سے کہتی ہے کہ جس جنگل میں ہم لوگ زندگی گزار رہے ہیں اس میں شکاری سیکڑوں جال ڈالے ہوئے ہیں اور ہر وقت گھات لگائے بیٹھے ہیں۔ اس لیے ہمیں ہمیشہ یہاں چوکنا اور ہوشیار رہنا چاہیے اور مصائب کا مقابلہ کرنا چاہیے۔

❖ اس نظم سے یہ سبق ملتا ہے کہ انسانوں کو زندگی گزارنے کے لیے ہمیشہ خطرات سے مقابلہ کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

مختصر سوالات

- ۱- ڈاکٹر محمد اقبال کا تعلق کس خاندان سے تھا؟
- ۲- ڈاکٹر محمد اقبال نے اعلیٰ تعلیم کہاں حاصل کی؟
- ۳- ڈاکٹر محمد اقبال کے والد کا نام کیا تھا؟
- ۴- نظم میں شاعر کیا سبق دینا چاہتا ہے؟
- ۵- ڈاکٹر محمد اقبال کی وفات کب ہوئی؟
- ۶- ڈاکٹر محمد اقبال کی قبر کہاں ہے؟

طویل سوالات

- ۱- نظم کے کتنے ہیں؟ ایک مختصر نوٹ لکھیے۔
- ۲- ڈاکٹر محمد اقبال کے حالات زندگی اور شاعری پر مختصر نوٹ لکھیے۔



۳- نظم ”اگر خواہی حیات اندر خطر زی“ کا مفہوم لکھیے۔

۴- درج ذیل اشعار کا مطلب لکھیے :

(۱) رفیقش گفت ای یار خردمند

اگر خواہی حیات اندر خطر زی

(۲) خطر تاب و توان را امتحان است

عیار جسم و جان را امتحان است

عملی کام

۱- اس نظم میں استعمال فعل مضارع کو جمع کیجیے اور اُن کا مصدر لکھیے۔

۲- درج ذیل الفاظ کا ترجمہ کیجیے اور اپنے استاد سے اصلاح لیجیے :

..... حرم گیرم

..... بکام آھوان

..... خواہی حیات

..... تیغ پاک

۳- اس نظم میں کن کن افعال کا استعمال کیا گیا ہے، لکھیے۔



لالہ وگل (برائے درجہ دہم)

قصیدہ

قصیدہ صنف شاعری کی ایک مشہور قسم ہے، جس میں کسی کی تعریف یا ہجو (ذمت) بیان کی جاتی ہے۔ جس قصیدہ میں کسی کی تعریف بیان کی جائے اسے مدحیہ اور جس میں کسی کی مذمت کی جائے اسے ہجویہ قصیدہ کہتے ہیں۔ قصیدہ میں مدح و ذم کے علاوہ دیگر مضامین جیسے مناظر قدرت، ہند و نصائح، فلسفیانہ افکار اور سماجی و معاشرتی حالات بھی بیان کیے جاتے ہیں۔

قصیدہ گوئی کی ابتدا عرب سے ہوئی ہے۔ ایران میں جب شعر گوئی کا آغاز ہوا تو عرب کی پیروی میں سب سے پہلے قصیدہ گوئی کا رواج عام ہوا۔ چونکہ یہی ایک ایسی صنف شاعری ہے جس کے ذریعہ شاعر کو انعام و اکرام اور عزت و مقام حاصل کرنے کا موقع ملتا ہے۔ اس لیے فارسی گو شعرا نے قصیدہ گوئی کے فن کو کمال عروج تک پہنچا دیا اور بڑے بڑے معرکے اس میدان میں فتح کیے۔

قصیدہ میں مندرجہ ذیل اجزاء ہوتے ہیں:

- ۱- تشبیب
- ۲- گریز
- ۳- مدح
- ۴- حسن طلب یعنی عرض حال
- ۵- دعا (مقطع)

۱- تشبیب: قصیدہ کا ابتدائی حصہ ہے۔ اسی سے قصیدہ کا آغاز ہوتا ہے۔ اس کا پہلا شعر مطلع کہلاتا ہے۔ ایک قصیدہ میں ایک سے زیادہ مطلع بھی ہو سکتے ہیں۔ مطلع کے شعر کا ہم قافیہ اور ہم ردیف ہونا ضروری ہے۔ قصیدہ کے باقی اشعار کا دوسرا مصرعہ ہم قافیہ اور ہم ردیف ہوتا ہے۔ مطلع بتنا برجستہ اور شگفتہ ہوگا قصیدہ اتنا ہی کامیاب ہوگا۔

موضوع کے اعتبار سے تشبیہ کے اشعار میں تنوع ہے۔ مناظر قدرت سے لے کر فخر و مباہات تک تمام مضامین اس میں بیان کیے جاتے ہیں۔

۲- گریز: تشبیہ اور مدح کے درمیان گریز کے اشعار کی وجہ سے حسن پیدا ہوتا ہے۔ شاعر اس طرح تشبیہ کے اشعار کہتا ہوا مدح گوئی کی طرف گریز کرتا ہے کہ اس کی لطافت سے ندرت پیدا ہو جاتی ہے، اور قاری عام طور پر محسوس نہیں کر پاتا ہے۔

۳- مدح: قصیدہ کا خاص حصہ ہے۔ شاعر اس حصہ میں مدح سرائی کا کمال دکھلاتا ہے۔

۴- حسن طلب: قصیدہ کا وہ حصہ ہے، جس میں شاعر بڑی نزاکت کے ساتھ ممدوح کے سامنے اپنا مدعا پیش کرتا ہے۔

۵- دعا: قصیدہ کا آخری حصہ ہے۔ شاعر ممدوح کو دعا دیتا ہوا اپنے بھی خواہوں کی کامیابی کی دعا کرتا ہے۔



لالہ وگل (برائے دہرہم)

فرخی

نام ابو الحسن علی اور تخلص فرخی ہے۔ سیستان کے جولوغ نامی شخص کے بیٹے تھے۔ آغاز

جوانی میں ادب اور شاعری کے فن میں ماضی کے نامور شاعروں کی پیروی میں مصروف ہو گئے۔ چنگ اور برہٹ بجانے اور ترنم آفرینی و نغمہ انگیزی میں مہارت پیدا کی۔ انھی خوبیوں کی وجہ سے وہ سیستان کے ایک دہقان کے یہاں ملازم ہو گئے۔



شادی اور اولاد کے بعد سیستان سے باہر جانے اور شعر و موسیقی کے کسی قدردان کی خدمت میں ملازمت کرنے کا ارادہ کیا۔ امیر چغانیان کا وزیر عمید اسعد صاحب ذوق تھا۔ اس نے قصیدہ سن کر انعام و اکرام سے نوازا اور دربار میں ملازم رکھ لیا۔ جب محمود غزنوی کی ادب پروری اور ہنر نوازی کا شہرہ سنا تو وہ غزنین چلا گیا۔ سلطان، اس کے بھائی اور بیٹوں نے فرخی کی بڑی نوازش کی۔ فرخی قصیدہ نگاری میں ماہر سمجھا جاتا ہے۔



تہنیتِ عید و مدحِ محمود

عید فرخ باد بر شاہِ جهان جاودانہ شادمان و کامران
نعمتش پیوستہ و عمرش دراز دولتش پایندہ و بخشش جوان
سال و مہ لشکر کش و لشکر شکن روز و شب کشور دہ و کشورستان
تا جہان را پادشہ باید ہمی پادشہ محمود باد اندر جہان
دشمن و بدگوی او را آبِ سرد آتش سوزندہ بادا در دہان
شیرِ زر در کشورِ ایران زمین از نہیش کرد نتواند زیان
شکر ایزد کہ مارا خسروی است کار ساز و کار بین و کامران
خسروی با دولتی نیک و قوی خسروی با لشکری کشن و گران
کس نداند گفت اندر هیچ جنگ پشت او دیدہ است بہمان و فلان
وقت آن آمد کہ در تازد بروم نیزہ اندر دست و در بازو کمان
تاجِ قیصر بر سرِ قیصر زند ہم چنان چون بر سرِ خانِ چتر خان
تا خزان را تازہ گرداند بہار تا ہوا را تیرہ گرداند خزان
تا بایامِ خزانِ نرگس بود تا بہ هنگامِ بہارانِ ارغوان

جز برای او متباد آفتاب

جز بکام او مگرداد آسمان

(انتخاب از قصاید فرخی)



لالہ وگل (برائے درجہ دوم)

مشکل الفاظ کے معانی

مبارک	=	فرخ
لگاتار	=	پیوستہ
حملہ کرنا	=	لشکر کشی
ملک دینے والا	=	کشور دہ
بادشاہ	=	خسرو
مسئلہ پر غور کرنے والا	=	کار بین
بھیڑ	=	علمش
کوئی شخص	=	بہمان و فلان
ہمیشہ	=	جاودانہ
قائم، باقی	=	پایندہ
مقابلے کی فوج کو شکست دینا	=	لشکر شکن
ملک فتح کرنے والا	=	کشورستان
کام بنانے والا	=	کار ساز
مقصد حاصل کرنے والا، کامیاب	=	کامران
بھاری	=	گراں
حملہ کرے (تاقتن مصدر سے فعل مضارع صیغہ واحد غائب)	=	تازد

غور کرنے کی باتیں

- ❖ فارسی شاعری کی پسندیدہ اور مقبول صنف قصیدہ ہے۔
- ❖ قصیدے کی وہ قسم، جس میں کسی کی تعریف ہو، اسے مدحیہ قصیدہ اور اگر کسی کی مذمت کی جائے تو اسے ہجویہ قصیدہ کہتے ہیں۔
- ❖ ایران میں فارسی زبان میں قصیدہ سرائی کا آغاز عرب شاعروں کی پیروی میں ہوا۔
- ❖ قصیدے کا پہلا شعر مطلع کہلاتا ہے۔ مطلع جس قدر برجستہ اور شگفتہ ہوگا قصیدہ اتنا ہی کامیاب ہوگا۔
- ❖ تشبیب کے بعد شاعر مدح کی طرف گریز کرتا ہے۔ گریز کا شعر ایسا ہونا چاہیے کہ سننے یا پڑھنے والے کو احساس بھی نہ ہو اور مدح شروع ہو جائے۔
- ❖ فارسی کے چند نامور قصیدہ گو شعرا یہ ہیں: انوری، سنائی، فرخی، منوچہری، خاقانی، قاضی، عرنی۔

مختصر سوالات

- ۱۔ کس قسم کی نظم کو قصیدہ کہتے ہیں؟
- ۲۔ ترکیبی اعتبار سے قصیدوں کے کتنے حصے ہوتے ہیں؟
- ۳۔ فارسی کے مشہور قصیدہ نگاروں کے نام لکھیے۔
- ۴۔ فرخی کا نام کیا تھا؟
- ۵۔ فرخی کی ولادت کہاں ہوئی تھی؟

طویل سوالات

- ۱۔ محمود غزنوی سے اپنی واقفیت کا اظہار چند جملوں میں کیجیے۔
- ۲۔ محمود غزنوی کی مدح میں جو قصیدہ فرخی نے لکھا اس کا مفہوم پانچ جملوں میں لکھیے۔
- ۳۔ فرخی کے بارے میں جو کچھ معلوم ہے چند جملوں میں لکھیے۔

- ۴- فرخی نے کس صنف میں شاعری کی؟ لکھیے۔
 ۵- فرخی کے قصیدے کے کم سے کم دو شعر زبانی یاد کر لیجیے۔

عملی کام

۱- درج ذیل الفاظ کے معنی لکھیے :

.....	کشور		تہنیت
.....	پابندہ		مدح
.....	سوزندہ		فرخ
.....	کار ساز		جاودانہ
.....	بدگو		شادمان
.....	کارین		کامران

- ۲- ”فصل بہار“ اور ”فصل خزاں“ پر پانچ جملے لکھ کر اپنے استاد کو دکھائیے۔
 ۳- ایران اور روم کے بادشاہوں کو کس کس لقب سے یاد کرتے تھے؟ لکھیے۔



مثنوی

فارسی میں مثنوی مشہور صنف شاعری ہے۔ مثنوی کے لغوی معنی ”دو“ کے ہیں۔ لیکن شاعری کی اصطلاح میں مثنوی وہ صنف سخن ہے، جس کے دونوں مصرعے میں قافیہ ہوتا ہے۔ جیسے:

دید موسیٰ یک شبانی را براہ
کوہی گفت ای کریم وای الہ

اس شعر کے دونوں مصرعوں کے آخر میں راہ اور الہ قافیہ ہیں۔

مثنوی میں شعروں کی تعداد مقرر نہیں ہے۔ جیسا کہ غزل اور رباعی میں ہوتا ہے۔ مثنویاں اشعار کی تعداد کے اعتبار سے چھوٹی بھی ہوتی ہیں اور بڑی بھی۔ اس میں کسی تاریخی واقعہ، منظر یا اخلاقی و صوفیانہ خیالات کو ربط اور تسلسل کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔ مضامین کے اعتبار سے مثنویوں کی بہت سی قسمیں ہوتی ہیں۔ رزمیہ، عشقیہ، اخلاقی، صوفیانہ، منظر و سماں وغیرہ۔ فارسی میں مثنوی نگار شاعروں میں فردوسی، سعدی، نظامی، رومی، جامی اور امیر خسرو خاص شہرت رکھتے ہیں۔



مولانا روم

جلال الدین محمد بہاء الدین عرف مولانا روم ۶۰۳ھ مطابق ۱۲۰۷ء میں بلخ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی۔ ان کا خاندان بعد میں بلخ سے نیشاپور منتقل ہو گیا۔ جلال الدین نے اپنے والد کے انتقال کے بعد مختلف شہروں میں جا کر تعلیم حاصل کی۔ تکمیل علوم ظاہری کے بعد درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ وہ اپنے دور کے مشہور معلمین میں شمار ہوتے تھے۔ علوم باطنی اور سلوک و



معرفت کی طرف راغب ہوئے۔ شمس تبریز سے ملاقات ہوئی۔ ان کی شخصیت سے مولانا روم اس قدر متاثر ہوئے کہ ان کے ارادت مندوں میں شامل ہو گئے پھر اپنے پیر کی محبت میں اس قدر مستغرق ہو گئے کہ اپنا سب کچھ کھو بیٹھے۔ آخر ۶۷۲ھ مطابق ۱۲۷۳ء میں انتقال فرمایا اور قونیہ میں مدفون ہوئے۔ ان کی تصنیفات میں مثنوی کو شہرت دوام حاصل ہے، جس کے چھ ضخیم دفتر ہیں اور ہر دفتر ہزاروں ابیات پر مشتمل ہے۔ کل ابیات ۲۶ ہزار ہیں۔ ان کی غزلوں کا بھی ایک مجموعہ ہے جو دیوان شمس تبریز کے نام سے مشہور ہے۔ ان کے سلسلہ تصوف کو سلسلہ جلالیہ یا سلسلہ مولویہ کہتے ہیں۔ اس سلسلے میں رقص و سماع کو خاص اہمیت حاصل ہے۔



حکایت شبان و موسیٰ

دید موسیٰ یک شبانی را براه
تو کجائی تا شوم من چاکرت
ور ترا بیماری ای آید به پیش
گر به ینم خانه ات را بر دوام
دستکت بوسم، بمالم پاکت
ای فدای تو همه بزهای من
زین نمط بیپوده می گفت آن شبان
گفت با آن کس که مارا آفرید
گفت موسیٰ های خیره سر شدی
گر نه بندی زین سخن تو خلق را
شیر آن نوشد که در نشو و نما ست
دوستی ای بی خرد خود دشمنی ست
گفت ای موسیٰ دهانم سوختی
جامه را بدرید و آهی کرد و تفت
و جی آمد سوی موسیٰ از خدا
تو برای وصل کردن آمدی
کوهمی گفت ای کریم و ای اله
چارقت دوزم کنم شانه سرت
من ترا غنوار باشم هم چو خولیش
روغن و شیرت بیارم صبح و شام
وقت خواب آید بروم جایکت
ای بیادت می می و همیهای من
گفت موسیٰ با که است ای فلان
این زمین و چرخ ازان آمد پدید
خود مسلمان نشده، کافر شدی
آتش آید بسوزد خلق را
چارق او پوشد که او محتاج پاست
حق تعالی زین چنین خدمت غنی ست
وز پشیمانی تو جانم سوختی
سر نهاد اندر بیابان و برفت
بنده ای مارا ز ما کردی جدا
یا برای فصل کردن آمدی

لاله وگل (برائے درجہ دوم)

ہر کسی را سیرتی بنہادہ ام ہر یکی را اصطلاحی دادہ ام
 در حق او مدح در حق تو ذم در حق او شہد و در حق تو سم
 در حق او نور در حق تو نار در حق او گل و در حق تو خار
 ما برون ننگریم و قال را ما درون بنگریم و حال را
 گر خطا گوید اورا خاطی مگو گر بود پرخون شہید او را مشو
 خون شہیدان را ز آب اولیٰ تراست این خطا از صد صواب اولیٰ تراست
 گر زبانش کج بود معنی ست راست آن کجی امی لفظ مقبول خدا ست

(از مولانا جلال الدین رومی)

مشکل الفاظ کے معانی

شبان	=	چرواہا
کریم	=	بخش کرنے والا، خدا تعالیٰ کا صفاتی نام
اللہ	=	معبود، خدا
کجا	=	کہاں، سوالیہ لفظ ہے
چاکر	=	نوکر
چارق	=	جوتا
روغن	=	تیل، چکنائی
ہمی و ہیمات	=	(کلمہ افسوس)، افسوس
نمط	=	طرح

لالہ وگل (برائے درجہ دوم)

از + این = اس سے	=	زین
آسمان	=	چرخ
ظاہر ہونا، پیدا ہونا	=	پدید آمدن
پاگل ہونا، ہوش و حواس کھو بیٹھنا	=	خیرہ سر شدن
بڑھنا، جسم کا بالیدہ ہونا	=	نشو و نما
تفتن مصدر سے ماضی مطلق ہے۔ گرم ہوا	=	تفت
جنگل کی راہ لینا	=	سر اندر پیدایان نہادون
جوڑنا، ملانا	=	وصل
جدا کرنا	=	فصل
تعریف	=	مدح
برائی	=	ذم
زہر	=	سم
اندر، باطن	=	درون
غلطی کرنے والا	=	خاطی
زیادہ بہتر	=	اولیٰ تر
درست	=	صواب
ٹیڑھا پن	=	کجی



غور کرنے کی باتیں

❖ اس میں ایک اولوالعزم پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ایک چرواہے کی گفتگو کو ڈرامائی انداز یا مکالمے کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔

❖ چرواہا اپنی سادگی میں خدا تعالیٰ سے مخاطب تھا۔ جس طرح ایک نوکر اپنے مالک کی خدمت کرتا ہے، اسی طرح وہ بھی خدا تعالیٰ کی خدمت کرنا چاہتا تھا۔ حضرت موسیٰ کو یہ انداز گفتگو پسند نہیں آیا اور اس کی گستاخی و شوخی پر اس کو خبردار کیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری ان باتوں سے ناخوش ہوگا اور سزا دے گا۔ بچارہ چرواہا یہ سن کر خوف زدہ ہو گیا۔ اپنے کپڑے پھاڑ دیئے اور جنگل کی راہ لی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کے اس طریقہ ہدایت کو پسند نہیں کیا اور کہا کہ میں بندے کے باطن اور خلوص کو دیکھتا ہوں۔ اس کے ظاہری عمل یا باادب طرز گفتگو کو نہیں دیکھتا۔ اس لیے میرا بندہ مجھے جن الفاظ سے مخاطب کرے اور جس طرح مجھ سے محبت و عقیدت کا اظہار کرے، مجھے پسند اور محبوب ہے۔

❖ اس سے یہ تعلیم ملتی ہے کہ کسی کو نصیحت اس طرح کی جائے کہ اس کو بُرا نہ معلوم ہو۔

❖ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی فطرت کو الگ الگ بنایا ہے۔ کسی کے لیے کوئی لفظ مدح ہے تو دوسرے کے لیے وہی ذم ہے۔ کوئی چیز ہمارے لیے شربت ہے تو دوسرے کے لیے زہر ہے۔ عام مردے کو غسل دینا لازمی ہے، لیکن ایک شہید کو غسل دینا فلت ہے۔

❖ اس سے یہ بھی سبق ملتا ہے کہ اپنے طور و طریقہ کے سوا کسی کو دوسری طرح عمل کرتے ہوئے دیکھیں تو فوراً اسے برا نہ کہیں بلکہ برداشت سے کام لیں۔

مختصر سوالات

- ۱- مولانا روم کہاں پیدا ہوئے تھے؟
- ۲- مولانا کے پیر و مرشد کا کیا نام تھا؟
- ۳- مثنوی معنوی کس کی تصنیف ہے؟
- ۴- شبان و موسیٰ میں کتنے اشعار ہیں؟
- ۵- وحی کس پر نازل ہوتی ہے؟

طویل سوالات

- ۱- مولانا روم کی زندگی کے حالات کو دس جملوں میں لکھیے۔
- ۲- شبان و موسیٰ کی حکایت کو مختصر طور پر اپنے الفاظ میں لکھیے۔
- ۳- اس کہانی سے ہمیں کیا کیا سبق ملتا ہے؟ اختصار سے بیان کیجیے۔
- ۴- ”شوم، دوزم، پنم“ کون سے فعل ہیں اور ان کا کون سا صیغہ ہے؟
- ۵- ”دستکت، پاکیت اور جاپکت“ کے آخر میں ت کیسی ہے اور یہ متصل ہے یا منفصل؟
- ۶- مندرجہ ذیل اشعار کا ترجمہ اور تشریح کیجیے:

(الف) تو برای وصل کردن آمدی
یا برای فصل کردن آمدی

(ب) ما برون ننگریم و قال را
ما درون بنگریم و حال را

(ج) خون شہیدان را ز آب اولیٰ تراست
این خطا از صد صواب اولیٰ تراست

۱- مندرجہ ذیل مصادر سے فعل مضارع بنائیے اور اُن کی گردان لکھیے۔

..... مالیدن

..... بوسیدن

..... کردن

..... سوختن

۲- اس سبق کے متضاد الفاظ کو چنیے۔



رباعی

اس کا لغوی معنی ”چار“ ہے۔ شاعری کی اصطلاح میں رباعی اُس صنف شاعری کو کہتے ہیں جس میں چار مصرعے ہوتے ہیں۔ جس کے پہلے، دوسرے اور چوتھے مصرعے کے آخر میں قافیہ اور ردیف ہوتے ہیں لیکن تیسرے مصرعے کے آخر میں نہیں ہوتا۔ جیسے:

جانم بفدائے آنکہ چون اہل بود سر در قدمش اگر نہم سہل بود

خواہی کہ بدانی بہ یقین دوزخ را دوزخ بہ جہان صحبت نا اہل بود

مندرجہ بالا رباعی کے پہلے، دوسرے اور چوتھے مصرعے کے آخر میں بالترتیب ”اہل، سہل اور اہل“

قافیے ہیں اور ”بود“ ردیف ہے۔ مگر تیسرا مصرعہ قافیہ و ردیف سے عاری ہے۔

رباعی کے اوزان مخصوص ہیں۔ بحر ہزج سے رباعی کے اوزان متعین ہیں۔ رباعی میں عموماً فلسفہ،

تصوف، عشق و محبت، حکمت و اخلاق، سیاست و معاشرت کے مضامین بیان ہوتے ہیں۔

فارسی میں مولانا روم، افضل کوہی، ابن یمن، سرمد اور خیام وغیرہ شعرا نے رباعیاں کہی ہیں۔ اس

کتاب میں خیام اور سرمد کی صرف ۲۲ رباعیاں شامل ہیں۔



عمر خیام

ان کا پورا نام حکیم ابوالفتح عمر بن ابراہیم الخیام تھا۔ یہ نیشاپور میں پیدا ہوئے۔ فلسفہ، نجوم، علم الحساب اور علم ہیئت میں اپنے عصر پانچویں صدی ہجری کے اواخر اور چھٹی



صدی ہجری کے اوائل کے دانشوروں میں امتیازی حیثیت کے مالک تھے۔ انھوں نے تفریح طبع کے طور پر رباعیاں کہی ہیں۔ لیکن انھوں نے اپنی رباعیوں میں زندگی کے بارے میں اپنے نظریات، رنج و غم سے پرہیز اور ماضی و مستقبل کی فکر سے دور، حال میں مست رہنے کی تلقین کی ہے۔ ان کی رباعیات کا ترجمہ دنیا کی ہر بڑی زبان میں ہو چکا ہے۔ خیام کا انتقال چھٹی صدی ہجری کی ابتدا میں ہوا۔ نیشاپور میں ہی ان کا مزار ہے۔



رباعیات خیام

(۱)

بیگانہ اگر وفا کند خویش من است
 و در خویش جفا کند بداندیش من است
 گر زہر موافقت کند تریاق است
 و در نوش مخالفت کند عیش من است

مشکل الفاظ کے معانی

بیگانہ	=	غیر
وفا	=	وعدہ کو پورا کرنا
خویش	=	اپنا
بداندیش	=	براسوچنے والا، مراد دشمن
موافقت	=	مطابق ہونا
تریاق	=	زہر کی دوا
نوش	=	شربت
عیش	=	ڈنک مارنا، یہاں مراد زہر ہے



(۲)

ای دوست غمِ جہانِ بیہودہ مخور
 بیہودہ غمِ جہانِ فرسودہ مخور
 چون بود گذشت و نیست نابود پدید
 خوش باش و غمِ جہانِ نابودہ مخور

مشکل الفاظ کے معانی

بیہودہ	=	بیکار، ناشائستہ
فرسودہ	=	گھسا ہوا، پرانا، فرسودن مصدر سے ہے
پدید	=	ظاہر
مخور	=	مت کھاؤ، خوردن مصدر سے فعل نہیں ہے



غور کرنے کی باتیں

✦ مندرجہ بالا رباعی سے خیام کی فطرت اور مزاج پر روشنی پڑتی ہے۔ خیام ایسا شاعر ہے جو دلا کرنے والے کو اپنا دوست اور ہم عصری کرنے والے کو اپنا دشمن اور غیر تصور کرتا ہے۔ کوئی چیز اگر ہمارے مزاج کے موافق ہے تو وہ زہر ہو جانے کے باوجود ہمارے لیے مفید ہے اور اگر کوئی شے ہماری طبیعت سے مناسبت نہیں رکھتی ہے تو وہ شیریں ہونے کے باوجود ہمارے لیے زہر و مہلک ہے کم نہیں ہے۔ اسی حقیقت کو شاعر نے بیان کیا ہے۔ اسی اصول کے مطابق ہمیں بھی اپنی زندگی میں اچھے برے اور دوست دشمن میں تمیز کرنا چاہیے۔ نہ کسی کو ہمارا دشمن سمجھنا چاہیے اور نہ ہمارا گھر۔ ہمدرد دوست سمجھنا چاہیے۔

✦ دوسری رباعی میں خیام نے ماضی و مستقبل کی فکر سے بے نیاز رہنے اور اپنی موجودہ حالت کو ان کی فکر میں خراب نہیں کرنے کی تلقین کی ہے۔

مختصر سوالات

- ۱- رباعی میں کتنے اشعار ہوتے ہیں؟
- ۲- اس کا نام رباعی کیوں ہے؟
- ۳- رباعی کے لیے کون سی بحر مقرر ہے؟
- ۴- خیام کی وظائف کس شہر میں ہوئی تھیں؟
- ۵- فارسی کے رباعی گو شعرا میں سب سے زیادہ فہم کس کی ہے؟



طویل سوالات

- ۱- عمر خیام کی پہلی رباعی کی وضاحت اپنے الفاظ میں کیجیے۔

لالہ وگل (برائے درجہ دہم)

۲- دوسری رہائی میں شاعر نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے اگر آپ اس سے اتفاق رکھتے ہیں تو مدلل بیان کیجیے۔

۳- ”جہان فرسودہ“ کون سا مرکب ناقص ہے اور یہ مرکب کیسے بنایا جاتا ہے؟

۴- محور کون سا فعل ہے اور اس کے بنانے کا کیا طریقہ ہے؟

۵- مندرجہ ذیل مصادر سے فعل بنائیے۔

آمن
رفتن
گفتنی
لخصن

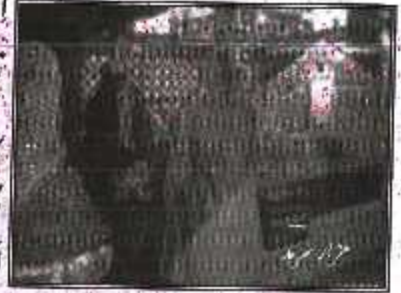
عملی کام

۱- مندرجہ ذیل جملوں کا فارسی میں ترجمہ کیجیے:

- ❖ بری باتے میٹہ لولو۔
- ❖ نو بارہ صفت گھاؤ۔
- ❖ نماز وقت پر ادا کرو۔
- ❖ برے لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو۔
- ❖ وقت پر اسکول جاؤ۔



ان کا اصل نام کیا تھا۔ یہ کہہ کر اور کہاں پیدا ہوئے تھے، اس کا کسی تذکرے میں ذکر نہیں ملتا۔ تاہم یہ آرمینیا کے رہنے والے تھے۔ قبل از یہ یہودی یا عیسائی تھے۔ تجارت پیشہ تھے۔ شاہ جہاں کے دور حکومت میں ہندوستان آئے۔ جب ان کے علاقہ ٹھٹھ سے ہوا تو ایک لڑکے پر عاشق ہو گئے۔ اس کے عشق میں اس قدر بیخود ہو گئے



کہ چھڑو بانہ کیفیت پیدا ہو گئی اور عریاں رہنے لگے۔ دہلی آئے تو داراشکوہ سے ملاقات ہوئی۔ وہ ان کا معتقد ہو گیا۔ ان کی عریاضیت اور بدعتیگی کی خبر اور رنگ زیب کو ہوئی تو انھوں نے لباس پہننے کی درخواست کی اور کلمہ پڑھنے کو کہا۔ لباس پہننے سے اعتراض کیا اور کلمہ صرف لا الہ الا اللہ تک ہی پڑھا۔ پورا کلمہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔ علماء نے کفر کا فتویٰ دیا اور وہ قتل کر دیے گئے۔ یہ واقعہ ۱۶۶۱ء کا ہے۔ قتل کے بعد لوگوں نے انھیں شہید کا لقب دیا۔



رباعیاتِ سرمد

(۱)

احوال شد از رشتی احوال پناه
جز لعلِ خدا نیست دگر ہای پناہ
ہر چند کہ من ضعیف و بلیس قوی ام
لا حول ولا قوۃ الا باللہ

مشکل الفاظ کے معانی

احوال	=	حال کی جمع ہے
رشتی	=	خوابی، برائی
احوال	=	کام، عمل کی جمع
جز	=	سوا
لعل	=	عنائیت، بخشش
ہر چند	=	اگرچہ
ضعیف	=	کمزور
قوی	=	مضبوط، توانا
الا	=	مگر

لالہ دگل (برائے اردو دہم)

(۲)

کھای دری کہ در کشائده تویی
بہای رہی کہ رہ نمائده تویی
من دست بہ صبح دہگیری ہدم
کایہاں طمد لائی اند و پایده تویی

مشکل الفاظ کے معانی

کھول دو، کشادہ مصدر سے فعل امر ہے	=	کھا
دروازہ، بین	=	در
دکھا دے، نمودن مصدر سے فعل امر ہے	=	بہا
ہاتھ پکڑنے والا، مددگار، ہم فاعل سامی ہے	=	دہگیر
میں نہیں دوں گا	=	ہدم
لنا ہونے والا	=	لائی
پائی رہنے والا، پایدن مصدر سے ہم فاعل لیا س ہے	=	پایده

غور کرنے کی باتیں

- ❖ برا کام کرنے کا انجام بُرا ہوتا ہے۔
- ❖ انسان کی زندگی پر اس کا بُرا اثر پڑتا ہے۔
- ❖ انسان کمزور ہے۔ ہر وقت اسے شیطان سے خطرہ ہے۔
- ❖ اللہ کی مدد ہی انسان کو گناہ اور شیطان سے بچا سکتی ہے۔
- ❖ اللہ سے ہی ہمیں مدد کی درخواست کرنا چاہیے۔ اس کے سوا کوئی ہماری نصرت کے لائق نہیں ہے۔

مختصر سوالات

- ۱- سرمد کو شاعری کی کس صنف میں شہرت حاصل تھی؟
- ۲- سرمد کی شہادت کس بادشاہ کے زمانے میں ہوئی؟
- ۳- انھیں کس جرم میں قتل کیا گیا؟
- ۴- انسان کے حالات کیوں خراب ہوتے ہیں؟
- ۵- ہمارا اصلی اور دوامی مددگار کون ہے؟

طویل سوالات

- ۱- سرمد کی پہلی رباعی کے آخری مصرعے لاقوۃ الا باللہ کا مفہوم کیا ہے؟
- ۲- شاعر نے رہنمائی اور درکشیائی کی درخواست کس سے اور کیوں کی ہے؟ اسے مختصر لفظوں میں بیان کیجیے۔
- ۳- ہمیں فانی ذات سے کیوں نہیں مدد مانگنی چاہیے؟ بیان کیجیے۔
- ۴- ”توئی“ کی ضمیر کس کے لیے استعمال ہوئی ہے اور کیوں؟ جواب دیجیے۔
- ۵- دوسری رباعی کی تشریح اپنے الفاظ میں کیجیے۔

۶۔ پہلی رباعی کی روشنی میں ہمارا عمل کیسا ہونا چاہیے۔ اسے مختصر طور پر بیان کیجیے۔

عملی کام

- ۱۔ فعل امر بنانے کا قاعدہ مثال کے ساتھ لکھیے۔
- ۲۔ مندرجہ ذیل مصادر سے فعل امر کی گردان معنی کے ساتھ لکھیے:

کشادن

شمودن

